پروفیسر عاصی کرنالی

منقبت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

سخن سرا ہوئے عاصی کو اک زمانہ ہوا، — تری جناب میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا
قلم میں دم ہی نہ تھا، فکر میں سکت ہی نہ تھی — زباں کو جرأتِ اقرائے منقبت ہی نہ تھی
ہوا خیال کو جب ذوقِ آسماں گردی — تیرے جلال نے پرواز منقطع کر دی
کوئی سخن جو گرفتِ شعور میں آتا، — تو مدح کہہ کے میں تیرے حضور میں آتا
تری صفات کو پہچان لوں تو مدح کہوں — یقیں جاننے کی طرح جان لوں تو مدح کہوں
تو آفتاب، تیری وسعتوں میں کیا ہوں میں — اک ازدحامِ تجلّی میں گھر گیا ہوں میں
تو وہ عمرؓ کہ خدا کی رضا ترا اسلام — محمدِ عربی کی دعا ترا اسلام،
بہن کے گھر کیا حالات نے روانہ تجھے — اڑا کے لے گئی توفیقِ غائبانہ تجھے
تجھے سلامتیٔ طبع کی یہ داد ملی، — کہاں کا رخ تھا، کدھر منزلِ مراد ملی
نشاطِ وجد میں گم، بے خودی میں تیغ بکف — چلا بہ جانِ تپاں چارہ سازِ جاں کی طرف
"عمرؓ! جو آئے ہو اس طرح کیا ارادہ ہے؟" — "حضور! لطف، کہ آغوشِ دل کشادہ ہے"
دلم حریمِ وفا، جانم آستانۂ تست — کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست
مرا شمار بھی ہو جائے حق شعاروں میں — غلام آج سے شامل ہے جاں نثاروں میں"
خدا نے دستِ مشیّت میں لے لیا تجھ کو — نبی نے دامنِ رحمت میں لے لیا تجھ کو
جدائیِ حق و باطل بس اک نظر میں ہوئی — تیرے جلال سے تفریقِ خیر و شر میں ہوئی
جو تو نے حلِّ مسائل میں اجتہاد کیا — رسولِ حق نے ترے مشورے پہ صاد کیا
یہ شانِ علم تجھے قربِ مصطفیٰ سے ملی — کہ تیری رائے کو تائید کبریا سے ملی
اذانِ عشق جو صوتِ بلال میں گونجی — وہ پہلے تیری فضائے خیال میں گونجی
وفاتِ احمدِ مرسل پہ اضطراب ترا — وفورِ گریہ ترا، دیدۂ پُرآب ترا
سخن تھا حضرتِ صدّیق کا حکیمانہ، — ترا خطاب، ترا قول، جذبِ مستانہ،
"یہ مت کہو کہ نبی نے وفات پائی ہے" — یہ بولتا ہوا زخمِ غمِ جدائی ہے
تو ذوق و شوق کی کن منزلوں کا راہی تھا، — کہ حرف حرف ترے جذب کی گواہی تھا

ہو دل میں درد کا طوفاں تو ضبط مشکل ہے
فراقِ دوست کی منزل عجیب منزل ہے

ترا زمانِ خلافت بھی کیا زمانہ تھا
چمن چمن تری ملت کا آشیانہ تھا

چمن میں غنچۂ تہذیب تیرے دم سے کھلا
تمدنِ بشری کو عروج تجھ سے ملا

فقہ، حدیث، شریعت، قرأت و تفسیر
نظر، تفکر فی الدین، درایت و تدبیر

روایت و سند و اجتہاد و ردّ و قبول
کلام و فلسفہ و منطق و فروع و اصول

قواعد و ادب و شعر و حکمتِ اشیاء
فصاحتِ کلمات و بلاغتِ انشاء

رواجِ دینِ منور، فروغِ شرعِ مبیں
نفاذِ حکمتِ قرآں، تحفظِ آئیں

اصولِ سلطنت اخلاق عدل والاحساں
نظامِ مملکت، آدابِ حرب و صلح و اماں

ہزار حلقۂ زندگی میں ربط و نظام
ہزار شعبۂ تہذیب آفریں کا قیام

تری نگاہِ بصیرت کا نور سب میں ہے
نبی کے بعد عمرؓ کا ظہور سب میں ہے

تری کمندِ ظفرمند جب دراز ہوئی
خدا کی ساری زمین داخلِ حجاز ہوئی

فضائے مشرق و مغرب حدِ جنوب و شمال
ہر آسماں پہ اڑا اپنا پرچمِ اقبال

خدا کو فکر و نظر میں بسا دیا تو نے
تمام دہر کو مسجد بنا دیا تو نے

تمام دشت و جبل، کشت و باغ اپنے تھے
جس انجمن میں تھے روشن چراغ اپنے تھے

شریعتِ نبوی ملک ملک جاری تھی،
جدھر نگاہ کریں سلطنت ہماری تھی،

تری نظر سے دلوں کی کشود آج بھی ہے
ہماری فکر میں تیری نمود آج بھی ہے

شکوہِ نعرۂ تکبیر تجھ سے باقی ہے
ہماری شوکتِ تقدیر تجھ سے باقی ہے

غبارِ راہِ سفر، گردِ کارواں ہوتے
تیرا جلال نہ ہوتا تو ہم کہاں ہوتے

مولانا ابو الحسن علی ندوی

ترکی کی مجاہد ملّتِ اسلامی

حضرت ابو ایوب انصاریؓ عہدِ نبویؐ کے کئی اہم معرکوں میں شریک ہوئے

خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مغربی استعمار نے جدید ترکی کو اسلام سے دور کرنے اور ان کے تمدنی تشخص کو مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ وہ ترک قوم کے دل سے اسلام کے ساتھ وابستگی کا جذبہ ختم کرنے میں ناکام رہے - مولانا ابو الحسن ندوی نے اگست ۱۹۸۹ء میں استنبول کے ایک نواحی محلے کی وسیع مسجد میں دعوتِ دین کا کام کرنے والے ترکوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ترکوں کے شاندار ماضی پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ حال اور مستقبل میں انہیں درپیش خطرات اور اندیشوں سے بھی آگاہ کیا - یہ تقریر اب فاضل مقرر کی نظر ثانی کے بعد تاریخی حوالوں کے ساتھ شائع کی گئی ہے - اس میں صرف ترکوں کے لئے ہی نہیں ہمارے لئے بھی عبرت و رہنمائی کا سامان موجود ہے -

میرے لئے بڑی مسرت اور عزت کی بات ہے کہ میں فاتحین اور شہداء کے شہر میں ہوں ' حرمین شریفین کی زیارت کے بعد میری سب سے بڑی آرزو شام و ترکی کو دیکھنے کی تھی ' اللہ تعالےٰ نے کئی بار مجھے اس کا موقعہ عطا فرمایا ' اس ملک کے لئے سب سے بڑے شرف کی بات یہ ہے کہ اسے میزبان رسولؐ (اور عصر حاضر کے عظیم سیرت نگار نبوی ' علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ میں " میزبان عالم کے میزبان ") سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ کی آرام گاہ ہونے کا فخر حاصل ہے ' یہ میزبانی اتنا بڑا شرف تھا کہ یہی تنہا ان کی عزت و جلالتِ شان کے لئے کافی ہو سکتا تھا ' اس کے بعد صرف فرائض و واجبات کی ادائیگی کافی ہوتی ' لیکن آپ کی ہمت بلند نے (جو صحبت نبوی اور قرب خاص کا ثمرہ تھا) اس پر قناعت نہیں کی ' آپ عہد نبوی کے تقریباً تمام اہم غزوات اور خلفائے راشدین کے زمانہ کی اہم بری اور بعض بحری جنگوں میں شریک ہوئے ' اور یہ روح جہاد مرتے دم تک باقی رہی ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب قسطنطنیہ فتح کرنے کے لئے مہم بھیجی گئی ' تو آپ اس مہم میں شریک ہوئے ' اس وقت آپ کی عمر شریف پچھتر (۷۵) سال کے قریب تھی ' اس وقت قسطنطنیہ کے فتح کی نوبت نہیں آئی ' آپ اسی حالتِ حصار میں بیمار ہوئے ' مسلمانوں کے لشکر کی فرودگاہ میں جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا ' تو امیر جیش (یزید) عیادت کے لئے آئے ' اور آپ سے دریافت کیا کہ ما حاجتک ؟ (آپ کی کیا خواہش ہے ؟) آپ نے جواب میں فرمایا ——————

—— " حاجتی اذا انامتّ فلا رکب ثم اسع فی ارض العدو و ما وجدت مساغا فادفنّی ثم ارجع " -

(میرے دل کا تقاضہ اور خواہش یہ ہے کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے گھوڑے پر سوار کرکے لے جایا جائے اور دشمن کی سرزمین پر جتنی دور لے جایا جا سکے لے جایا جائے ' پھر اگر اس کے آگے جانے کا موقعہ نہ ہو تو مجھے وہیں دفن کر دیا جائے ' اور واپس آجایا جائے) -

چنانچہ آپ کو موجودہ شہر قسطنطنیہ کی فصیل کے سامنے دفن کر دیا گیا -

مورخین کا اس سنہ کے تعین اور اس کے امیرو قائد کے بارے میں قدرے اختلاف ہے ' ۴۸ھ سے لے کر ۵۵ھ تک کی روایات ملتی ہیں ' یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ابتدا و انتہا کی مدت ہو ' اس لئے کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ چار سال تک قسطنطنیہ کے حملوں میں شریک رہے ' اسی بنا پر سال وفات میں بھی اختلاف ہے جو ۵۲ھ سے لے کر ۵۵ھ تک نقل کیا گیا ہے ' (ملاحظہ ہو ابن اسحاق ' ابن عساکر ' ابن سعد وغیرہ) امیر و قائدِ لشکر کے بارے میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے ' لیکن مشہور قول یزید بن امیر معاویہؓ کے امیر جیش ہونے کا ہے -